پروفیسر اکرام علی ملک

انجمنِ اسلامیہ لاہور (۱۸۶۹-۱۹۰۲)

انجمن اسلامیہ لاہور، لاہور میں مسلمانوں کی سب سے پہلی جماعت تھی [1] جو اکتوبر ۱۸۶۹ میں مولوی برکت علی خاں کی تحریک سے قائم کی گئی [2] اس کی اصل ضرورت بادشاہی مسجد (لاہور) کی مرمت اور دیکھ بھال تھی، لیکن تھوڑے ہی عرصے میں یہ صوبے کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت کی حیثیت اختیار کر گئی۔ الحاقِ پنجاب (۱۸۴۹ء) کے وقت بادشاہی مسجد نہایت شکستہ حال اور فوجی حکام کی تحویل میں تھی۔ رنجیت سنگھ کے عہد میں یہاں چھاؤنی اور بارود خانہ قائم تھا [3]۔ چند انگریز حکام نے اس کی مرمت کے لیے کوششیں کیں لیکن مختلف وجوہ کی بنا پر کوئی عملی کام نہ ہو سکا۔ ۱۱ جون ۱۸۵۶ کو اسے مسلم معززین کی کمیٹی کی تحویل میں دے دیا گیا۔ اگرچہ اس سے مسجد عبادت کے لیے واگذار ہو گئی لیکن مرمت کا مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ اس مقصد کے لیے بہت بڑے سرمائے کی ضرورت تھی۔ مسلمانوں میں بھی اس کام کو سرانجام دینے کے لیے کوئی تنظیم نہ تھی۔ جون ۱۸۶۸ میں لاہور کے تحصیلدار مولوی برکت علی خان نے اس مقصد کے لیے شہر میں اجناس وغیرہ کی درآمد پر ایک معمولی ٹیکس عائد کر دیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد لوگوں کی شکایت پر اُسے منسوخ کر دیا گیا۔ برکت علی خان نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے انجمنِ اسلامیہ پنجاب کی داغ بیل ڈالی۔ اس میں شہر کے اکثر مسلم معززین شامل تھے [4]۔ میاں شاہ دین کے بیان

---

[1] Mian Shah Din. Mohammadan societies in The Punjab, The Indian Magazine (1888), p 188.

[2] رفیقِ ہند (لاہور) ۲ دسمبر ۱۸۸۴ء

[3] اکرام علی ملک، مسلمانوں سے رنجیت سنگھ کا سلوک، حصہ سوم Journal, Research Society of Pakistan, Lahore, Vol XI No 2, 1974

[4] Dr. M. Abdullah Chaghtai, The Badshahi Masjid, History and Architecture, Lahore, 1972, pp. 38-44

کے مطابق انجمن کا ایک اہم مقصد قومی ترقی و بہبود کے لیے مسلم رؤسا و اہلِ ثروت کی بے حسی و عدم توجہ کو ختم کرنا بھی تھا۔[۵]

انجمن نے مسجد کی مرمت اور آبادکاری میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس میں اس کے صدر نواب نوازش علی خاں قزلباش، سیکرٹری مولوی برکت علی خان، نواب عبدالمجید خان اور دیگر مسلم معززین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسلم اہالیانِ شہر کو مسجد آباد کرنے اور بالخصوص مذہبی مواقع پر جمع ہونے کی درخواست کی گئی۔ مسجد کو قابلِ عبادت بنانے اور اس کی صفائی اور ضروری مرمت کے لیے چندے کی اپیل کی گئی، جس سے فوری نوعیت کی مرمت شروع کر دی گئی۔ ۱۸۷۲ء میں انجمن کے ایک وفد نے ڈپٹی کمشنر لاہور کیپٹن نسبت سے ملاقات کر کے حکومت سے بھی مالی امداد کی درخواست کی۔ ڈپٹی کمشنر اور کمشنر کی پُرزور حمایت کے نتیجے میں تین ہزار روپے کی رقم منظور ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی بحالیِ مسجد فنڈ قائم کر دیا گیا۔ لاہور میونسپل کمیٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ نے بھی خطیر رقم کا وعدہ کیا۔ صوبائی حکومت نے مزید پانچ ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا، بشرطیکہ مسلمان اپنے وسائل سے دُگنی رقم جمع کریں۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں بیس ہزار روپے کی رقم جمع ہو گئی۔ اس میں چند غیر مُسلم افراد بالخصوص راجہ ہربنس سنگھ، پنڈت موتی لعل، پنڈت بدری ناتھ، منشی ہرسکھ رائے اور لالہ نہال چند نے بھی حصہ لیا۔ اس طرح تقریباً اکتیس ہزار روپے کی رقم جمع ہو گئی، جس سے مسجد کی صحیح مرمت کا کام شروع کر دیا گیا۔[۶]

انجمن نے مسجد میں مسلم بچوں کی تعلیم کے لیے ایک مکتب بھی قائم کیا۔ ۱۸۷۶ء میں چھ ہزار مسلمانوں نے اس میں عید کی نماز ادا کی۔ دیگر مذہبی مواقع مثلاً معراج النبی و ۱۲ ربیع الاوّل پر بھی اجتماعات کا اہتمام کیا گیا تاکہ مسجد کی سابقہ عظمت کو بحال اور اسے مسلمانوں کا مرکز بنایا جا سکے۔[۷]
انجمن نے شہر میں دیگر مساجد کی واگذاری کے لیے بھی کوششیں کیں۔ چنانچہ ٹکسالی گیٹ کی مسجد

---

۵ Mian Shah Din, op. cit. p. 188.

۶ Dr. M. Abdullah Chaghtai, op. cit. p44

۷ Ibid pp 44-45

کو واگذار کروا لیا گیا۔ گمٹی بازار میں ایک نئی مسجد تعمیر کی گئی[۸] انجمن نے مسلمانوں میں باہمی اتحاد کے لیے بھی بھرپور کوششیں کیں۔ ۱۸۷۳ء میں اہل حدیث کی طرف سے مسجد چینیاں والی میں قبروں کو مسمار کرنے سے شہر میں تشویش ناک صورت حال پیدا ہو گئی۔ انجمن کے عہدے داروں خاص کر مولوی برکت علی خان اور دیگر اکابرِ شہر نے اس مخالفت کو ختم کرانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا[۹] انجمن نے روس ترک جنگ (۱۸۷۷ - ۱۸۷۸ء) کے دوران ترک مجروحین کی امداد کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کے لیے بھی مہم چلائی۔ جنوری ۱۸۷۷ میں اس مقصد کے لیے مسجد وزیر خان (لاہور) میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا گیا جس میں مولوی برکت علی خان نے تقریر کرتے ہوئے سلطنتِ عثمانیہ کی اہمیت اور اسلامی اخوت کی ضرورت[۱۰] افادیت پر روشنی ڈالی۔ مسلمانانِ پنجاب نے اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ صرف امرت سر میں تین دنوں میں دو ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔ مسلم خواتین نے بھی پہلی مرتبہ اس تحریک میں زبردست جوش و خروش کا مظاہرہ کیا[۱۱] سال کے آخر تک انجمن کی طرف سے بمبئی میں متعین ترک کونسل کو پانچ ہزار روپے کی رقم بھیج دی گئی[۱۲]

مارچ ۱۸۸۴ میں حکومتِ پنجاب نے انجمن کو مسلمانوں کی مقتدر اور نمائندہ جماعت قرار دیتے ہوئے شاہی قلعہ لاہور میں موجود اسلامی تبرکات کو اس کے سپرد کر دیا۔ یہ تجویز سب سے پہلے میو سکول آف آرٹس کے پرنسپل نے پیش کی۔ کمشنر نے بھی اس کی بھرپور حمایت کی۔ چنانچہ ۱۲ مارچ ۱۸۸۴ میں ان تبرکات کو انجمن کے زیرِ اہتمام ایک بہت بڑے جلوس کی شکل میں بادشاہی مسجد لے جایا گیا۔ مسلمانوں نے اس موقعے پر بے پناہ عقیدت و جوش کا مظاہرہ کیا۔ انجمن نے حکومت کے اس اقدام کو سراہتے ہوئے اس کا انتہائی شکریہ ادا کیا۔ اس کے مطابق اس سے حکومت اور مسلمانوں کے

۸؎ رفیقِ ہند ۲ دسمبر ۱۸۸۴

۹؎ Syad Mohammad Latif - Lahore its History Architecture Remains and Antiquities, Lahore, 1892, p 347. — رفیقِ ہند ۲ دسمبر ۱۸۸۴

۱۰؎ اخبارِ انجمن پنجاب (لاہور) یکم و ۸ جنوری ۱۸۷۷

۱۱؎ اخبارِ انجمن پنجاب ۷ دسمبر ۱۸۷۷

درمیان تعلقات پر نہایت اچھا اثر پڑے گا۔[12] انجمن ویسے بھی حکومت کے ساتھ خوش گوار تعلقات قائم کرنے اور وفاداری کے جذبات کو مضبوط کرنے کی خواہاں تھی۔ اس کے اکثر ممبر رئیس اور اعزاز یافتہ خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک بڑی تعداد سرکاری ملازمین پر بھی مشتمل تھی۔[13] اسی وجہ سے انجمن اور سرسید احمد خان کے نظریات میں مطابقت اور ان کے درمیان بہترین تعلقات قائم تھے۔ انجمن، بالخصوص مولوی برکت علی خان نے صوبے میں سرسید احمد خان کے نظریات کی ترویج اور علی گڑھ تحریک کو تقویت دینے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے سرسید احمد خان کو ۱۸۷۳ء اور ۱۸۸۴ء میں پنجاب کے دورے کی دعوت دی اور اسے کامیاب بنانے کے لیے سخت محنت کی۔[14] ۱۸۸۴ میں سرسید کی آمد سے قبل انھوں نے امرت سر، گورداس پور، لدھیانہ اور مالیر کوٹلہ کا دورہ کر کے مقامی معززین کو سرسید کا شایانِ شان استقبال کرنے کی درخواست کی۔[15] انجمن کے دیگر عہدے داروں نے بھی اسے کامیاب بنانے کے لیے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ جائنٹ سیکریٹری مولوی محرم علی چشتی نے اپنے اخبار "رفیقِ ہند" میں سرسید کا بڑھ چڑھ کر استقبال کرنے اور علی گڑھ کالج کے لیے فراخدلانہ امداد دینے کی اپیل کی۔[16] لاہور میں آمد پر انھوں نے سرسید احمد خان کی مدح میں اخبار کا ایک خصوصی نمبر بھی شائع کیا۔[17] یکم فروری کو انجمن کی طرف سے اسلام پر سرسید کے خصوصی لیکچر کا اہتمام[18] اور ۳ فروری کو ان کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا گیا۔[19] تقریب کے اختتام پر برکت علی خان نے انجمن اسلامیہ اور احبابِ لاہور کی طرف سے دو ہزار چھ ہزار روپے کی ایک

۱۲؎ رفیقِ ہند، فروری و مارچ ۱۸۸۴ — Punjab Home-General proceeding B 355-356 January 1884 & Punjab Home-General proceeding B 15 May 1884.

۱۳؎ رہبرِ ہند (لاہور) ۱۰، ۱۲ نومبر و ۱۵ دسمبر ۱۸۸۶

۱۴؎ عصرِ جدید ستمبر ۱۹۰۵، ص ۳۰۸

۱۵؎ رفیقِ ہند ۱۹ جنوری ۱۸۸۴

۱۶؎ رفیقِ ہند ۵ و ۱۹ جنوری ۱۸۸۴

۱۷؎ مولوی سید اقبال علی — سید احمد خان کا سفرنامۂ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۳، ص ۱۸۶ - ۱۸۸

۱۸؎ ایضاً، ص ۲۵۹ - ۲۹۶ ۱۹؎ ایضاً، ص ۲۳۸ - ۲۴۳

تیسلی پیش کی۔[۱۱۵] سرسید کا یہ دورہ انتہائی کامیاب رہا۔ ایک خطیر رقم کے علاوہ اس سے صوبے کے مسلمانوں میں بیداری اور تحریک کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ اس سے سرسید احمد خاں کے نظریات کے بارے میں پائے جانے والے شکوک کو دور کرنے میں مدد اور مستقبل کے لیے علی گڑھ تحریک میں مسلمانانِ پنجاب کی مضبوط وابستگی کی راہ ہموار ہوگئی۔ اس کی کامیابی کافی حد تک انجمن کے عہدے داروں کی ان تھک اور پُرخلوص کوششوں کا نتیجہ تھی۔

انجمن نے اس کے بعد بھی سرسید اور ان کی تحریک سے اپنا گہرا تعلق برقرار رکھا۔ ۱۸۹۰ء میں انجمن نے دیگر مسلم جماعتوں کی طرح بریڈلا بل کے خلاف برطانوی پارلیمنٹ کو ایک یادداشت بھیجی۔ اس میں بل کی منظوری کے نتیجے میں اصولِ انتخاب کے ذریعے کونسلوں کی توسیع کے بارے میں مسلمانوں کے موقف اور خدشات کی ترجمانی کی گئی۔ اس کے مطابق ہندوستان میں مختلف قومیں آباد تھیں اور ہندوؤں کے رویے کے پیشِ نظر مسلمان اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتے تھے۔ اصولِ انتخاب کے نفاذ سے ان کا اور دیگر اقلیتوں کا ہندو اکثریت کی غلامی میں چلے جانے کا خطرہ تھا۔ اس لیے انجمن نے نامزدگی کے نظام کو برقرار رکھنے کی سفارش کی۔[۱۱۶] انجمن نے سرسید کے سیاسی نظریات کی بھی بھرپور حمایت کی۔ ۱۸۸۹ء میں جب سرسید نے یونائیٹڈ انڈین پیٹرائیٹک ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی تو اس نے فوراً اس کی حمایت و الحاق کا اعلان کر دیا۔[۱۱۷] انجمن نے علی گڑھ کی جانشینی کے مسئلے پر بھی سرسید کے موقف اور سید محمود کے تقرر کی بھرپور حمایت کی اور اس کی نامنظوری کی صورت میں کالج سے تعلق

---

[۱۱۵] ایضاً، ص ۲۵۰

[۱۱۶] Mohammad Yusuf Abbasi, Muslim politics in Indo Pakistan sub continent 1876-1892 Ph.D. Thesis Punjab University (Lahore) 1972 PP 424-25

[۱۱۷] A. Meyers, Theodore Beck and Sayyid Ahmed Khan: The Myth of Provocateur and puppet, Ph.D. The American University (Washington) 1973. P 260

توڑ دینے کی دھمکی دی۔[۲۳] انجمن اور اس کے ممبران خاص کر مولوی برکت علی خان نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی کارکردگی اور کامیابی میں بھی خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا۔ سرسید پنجاب کی امداد سے خاصے متاثر اور تحریک کی کامیابی میں اسے اہم مددگار تصور کرتے تھے۔ ان کی وفات پر صوبے کے مسلمانوں نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ خبر ملتے ہی ۲۹ مارچ ۱۸۹۸ کی شام کو لاہور میں برکت علی خان کی صدارت میں تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ متعدد معززین نے اُن کی بیش بہا قومی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی یاد کو تازہ رکھنے اور خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے ایک مستقل یادگار قائم کرنے کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ اسی جلسے میں اس پر عمل درآمد کے لیے ایک ذیلی کمیٹی بھی قائم کر دی گئی۔[۲۴] جولائی ۱۸۹۸ میں سرسید میموریل فنڈ کے لیے چندے کی فراہمی کے لیے نواب محسن الملک کی سرکردگی میں ایک وفد نے لاہور کا دورہ کیا۔ انجمن نے اس کی کامیابی کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ مولوی برکت علی خان نے تمام انتظامات کی خود نگرانی کی۔ ان کی وجہ سے کئی غیر مسلم معززین بھی جلسے میں شریک ہوئے اور فنڈ کے لیے چندے دیے۔[۲۵] اس جلسے میں پانچ ہزار روپے نقد اور آٹھ ہزار روپے کے وعدے کیے گئے۔[۲۶] انجمن نے حاجی محمد اسمٰعیل کی تجویز پر اسی سال دسمبر میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کو لاہور میں اپنا سالانہ جلسہ منعقد کرنے کی دعوت دی۔ اس نے میموریل فنڈ کو دوبارہ متحرک کرنے اور کانفرنس کی کامیابی کے لیے بھرپور کوششیں کیں۔[۲۷] نومبر میں کانفرنس کے مقاصد و افادیت کو اجاگر اور اس میں زیادہ سے زیادہ شرکت و دلچسپی بڑھانے کے لیے ہفتہ وار تمہیدی لیکچروں کا بندوبست کیا گیا۔ مولوی برکت علی خان نے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کی دنیاوی ترقی کے لیے سرسید کی خدمات

---

۲۳ چودھویں صدی (راولپنڈی) یکم اپریل ۱۸۹۸ — ۲۴ ایضاً

۲۵ چودھویں صدی ۸، ۲۳ جولائی ۱۸۹۸

The Muslim Chronicle (Calcutta) July 1898

۲۶ چودھویں صدی یکم جولائی ۱۸۹۸

۲۷ چودھویں صدی ۸ مئی ۱۸۹۸

پر روشنی ڈالی[۲۸] انجمن نے اس کے بعد بھی کانفرنس سے اپنا مضبوط رشتہ برقرار رکھا۔ پنجاب نے اس کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے زیادہ تر حامی و محرکین بھی اسی صوبے سے تعلق رکھتے تھے[۲۹] ستمبر ۱۹۰۲ میں انجمن نے کانفرنس کے آئندہ اجلاس میں زیادہ سے زیادہ شرکت کی ترغیب دینے کے لیے ایک اجلاس منعقد کیا، جس میں متعدد مقررین نے محمڈن یونیورسٹی کے مطالبے کو تقویت دینے کے لیے دہلی میں ہونے والے اجلاس میں شرکت کرنے کی تلقین کی۔[۳۰] اگلے سال بھی اسی طرح کے اجلاس منعقد کیے گئے[۳۱]

انجمن نے پنجاب کے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے بھی اہم کردار ادا کیا۔ اپنے قیام کے تھوڑے ہی عرصے بعد اس نے بادشاہی مسجد میں ایک مدرسہ قائم کیا جس میں دینی تعلیم کے علاوہ دنیاوی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ انجمن نے اپنے محدود وسائل کے باوجود اس پر کثیر رقم خرچ کی۔ اس مقصد کے لیے مولوی محرم علی چشتی کی سربراہی میں ایک تعلیمی کمیٹی بھی قائم کی۔ ۱۸۸۷ء میں محرم علی کی علیحدگی کے بعد منشی فضل الدین کو اس کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ سرمائے کی کمی کے پیش نظر مدرسے کی مڈل جماعتیں توڑ دی گئیں۔ انجمن نے انجمن حمایت اسلام کی مدد سے مدرسے کی ترقی کے لیے کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ مدرسے میں ابتدائی مدارج تک قرآن شریف، اردو اور فارسی کی تعلیم دی جاتی تھی[۳۲] جنوری ۱۸۸۷ میں انجمن نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے خصوصی مالی امداد کے لیے حکومتِ پنجاب کو ایک عرض داشت پیش کی۔ مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی اور اس کی وجوہ بیان کرتے ہوئے انجمن نے خصوصی امداد کو نہایت ضروری قرار دیا۔ اس کے مطابق مسلمان اپنی غفلت پر نادم اور تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے خواہاں اور کوشاں تھے۔ لیکن غربت اور تعلیمی اخراجات

---

[۲۸] چودھویں صدی ۲۳ نومبر ۱۸۹۸

[۲۹] The Tribune (Lahore) 9 January, 1895

[۳۰] وطن (امرت سر) ۲۴ ستمبر ۱۹۰۲

[۳۱] وطن ،، ۱۱، ۱۸ دسمبر ۱۹۰۲

[۳۲] رہبر ہند ۱۵ دسمبر ۱۸۸۷

کی کثرت کی وجہ سے وہ اپنے بچوں کو ثانوی اور اعلیٰ تعلیم دلوانے سے قاصر تھے۔ تعلیمی کمشن نے بھی اپنی رپورٹ میں ان کی تعلیمی حالت پر ایک علیحدہ باب تحریر کیا اور ان کی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے خصوصی اقدامات کی سفارش کی۔ اس کے نتیجے میں بمبئی اور بنگال کی حکومتوں نے ان کے لیے خصوصی مالی امداد اور وظائف کا اعلان کر دیا تھا۔ انجمن کے مطابق یہ درخواست حکومت کے اصولوں کے عین مطابق اور اتنی بڑی قوم کی تباہی کو روکنے کے لیے نہایت ضروری تھی۔ اس میں سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کی کمی اور ان کے تقرر و ترقی میں حائل دشواریوں کا بھی ذکر کیا گیا۔ حکومتِ پنجاب نے انجمن کی اکثر آرا سے اتفاق اور ہمدردی کا اظہار کیا۔ اس کے مطابق اگرچہ سرکاری مدارس میں مسلمانوں کی خاصی تعداد زیرِ تعلیم تھی لیکن آبادی کے اعتبار سے ہندوؤں اور سکھوں کی نسبت خاص کر اینگلو ورنیکلر سکولوں اور آرٹس کالجوں میں ان کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ سرکاری دفاتر میں بھی ان کی تعداد کم تھی اور تقرری میں متعدد دشواریاں حائل تھیں۔ چنانچہ ان حالات کے پیشِ نظر حکومت نے مسلمانوں کو پانچ برس کے لیے جوبلی وظائف دینے کا اعلان کیا۔ ناظمِ تعلیم کو پسماندہ علاقوں یا خاص جماعتوں کے لیے تعلیمی امداد میں اضافہ اور فیسوں میں رعایت دینے کا اختیار بھی دے دیا گیا۔ تمام سرکاری دفاتر کے سربراہوں کو ایک سرکلر کے ذریعے مسلمانوں کے تناسب کو برقرار رکھنے کی ہدایت کی گئی۔ اس فیصلے کے نتیجے میں مسلمانوں کے لیے چودہ یعنی دو بی اے، چار انٹرمیڈیٹ اور آٹھ انٹرنس کے امتحانوں کے نتائج پر جوبلی وظائف کا اجرا کر دیا گیا۔ ان کے لیے صرف وہی مسلم طلبا اہل تھے جو مساوی یا زائد مالیت کے سرکاری وظائف حاصل کرنے میں ناکام رہے ہوں۔ بی۔ اے یا انٹرمیڈیٹ امتحان کے نتیجے میں کوئی وظیفہ حاصل نہ کرنے کی صورت میں اُسے اگلے امتحان میں سب سے زیادہ نمبر لینے والے طالب علم کو دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ ان کے علاوہ مسلم طلبا کو فیسوں میں بھی رعایت دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ وظائف اور رعایتیں سرکاری مدارس میں مسلمانوں کی تعداد اور تعلیمی معیار کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوئے۔ اسی برس انجمن نے بھی اپنے ذرائع سے مستحق طلبا کے لیے تین محمڈن جوبلی وظائف دینے کا اعلان کیا۔ جلد ہی ان کی تعداد بڑھا کر چار کر دی گئی۔[۵۳] انجمن نے اس مقصد کے لیے

---

[۵۳] رہبرِ ہند ۱۵ دسمبر ۱۸۸۷

باقاعدہ ضابطے بھی مرتب کیے۔ جون ۱۸۸۹ میں تعلیمی کمیٹی کے سیکرٹری شیخ خیر الدین نے کالجوں میں زیرِ تعلیم مسلم طلبا کے لیے پانچ وظائف کا اعلان کیا۔[۳۴] انجمن کی تعلیمی کاوشوں اور دلچسپی کے پیشِ نظر ۱۸۸۸ میں حکومتِ پنجاب نے صوبائی تعلیمی کانفرنس کے لیے انجمن کو اپنا نمائندہ نامزد کرنے کی دعوت دی۔[۳۵]

۱۸۹۱ء میں انجمن نے مزید پانچ برس کے لیے جیوبلی وظائف کو جاری رکھنے کے لیے درخواست دی۔ اس کے مطابق اگرچہ سرکاری اداروں میں مسلم طلبا کی تعداد میں اضافہ اور متعدد طلبا نے جیوبلی وظائف سے استفادہ کیا تھا، لیکن مسلم قوم کی غربت و اقتصادی پسماندگی ان کی تعلیمی ترقی اور اعلیٰ تعلیم کے حصول میں اب بھی سدِراہ تھی۔ فیسوں میں اضافے کے پیشِ نظر ان وظائف کے عدمِ اجرا سے ان کی تعلیمی ترقی پر برُے اثرات پڑنے کا خطرہ تھا۔ لیفٹننٹ گورنر سر جیمس لائل نے اس کے نتیجے میں وظائف کو مزید پانچ سالوں یعنی ۱۸۹۶ - ۱۸۹۷ کے اختتام تک جاری رکھنے کا حکم دیا — اکتوبر ۱۸۹۶ میں انجمن نے مزید پانچ برسوں کے لیے وظائف کی تجدید کے لیے درخواست دی۔ اس میں بھی پہلی درخواستوں کی طرح دلائل پیش کیے گئے۔ محکمہ تعلیم کی سالانہ رپورٹوں کے حوالے دیتے ہوئے وظائف اور مسلمانوں کی اپنی کوششوں کے نتیجے میں ان کی تعلیمی ترقی پر روشنی ڈالی گئی۔ محکمۂ تعلیم کی سالانہ رپورٹ برائے ۱۸۹۴ - ۱۸۹۵ کے مطابق تمام قسم کے سرکاری اداروں میں مسلم طلبا کی تعداد میں ۲۸ فی صد جب کہ ثانوی مدارس میں ۲۹ فی صد اور یونیورسٹی تعلیم میں ۵۵ فی صد اضافہ ہوا تھا۔ مسلمانوں کی اپنی متعدد انجمنیں تعلیمی ترقی کے لیے کوشاں اور متعدد طلبا کو وظائف مہیا کر رہی تھیں۔ چناں چہ حکومتِ پنجاب نے مزید پانچ سالوں کے لیے وظائف جاری رکھنے کا حکم دے دیا۔ ۱۸۹۴ء تک انجمن خود اپنے فنڈ سے چودہ مسلم طلبا کو وظائف دے چکی تھی۔ اسی برس اس نے ان اداروں میں زیرِ تعلیم طلبا کو اپنے وظائف سے مستثنیٰ قرار دے دیا جن میں اسلام کے خلاف تعلیم یا اس کی توہین کی جاتی تھی۔[۳۶] رہبرِ ہند نے ۶ ستمبر ۱۸۹۴ کے شمارے میں مسلمانوں کی

---

[۳۴] The Tribune, 26 June 1889

[۳۵] The Tribune, 4 July 1889

[۳۶] رہبرِ ہند ۶ ستمبر ۱۸۹۴

تعلیمی اور دیگر امور میں ترقی کے لیے انجمن کی شاندار کاوشوں پر زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

انجمن نے سرکاری ملازمتوں میں بھی مسلمانوں کو مناسب نمائندگی دلانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ جنوری ۱۸۸۷ کے میموریل میں اس سلسلے میں مسلمانوں کو درپیش مشکلات کا ذکر کیا گیا۔ حکومت نے تمام محکموں کے سربراہوں کو اپنے دفاتر میں مسلمانوں کے صحیح تناسب کے لیے ایک سرکلر جاری کر دیا۔ اپریل میں نئے گورنر سر جیمس لائل کو سپاس نامہ پیش کرتے ہوئے انجمن نے حکومت کی توجہ ایک مرتبہ پھر اس مسئلے کی طرف مبذول کروائی۔ گورنر نے اس کے حل کے لیے ہر معقول تجویز پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔[۳۷] جون میں انجمن نے ایک اور یادداشت کے ذریعے حکومت سے سرکلر کے اجرا کے بارے میں استفسار کیا۔ حکومت نے اپنے جواب میں انجمن کو مطلع کیا کہ سرکلر جاری کر دیا گیا تھا اور وہ مسلمانوں کی کمی کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ جولائی ۱۸۸۸ میں انجمن نے وائسرائے ڈفرن کے واپس جانے کے موقعے پر بھی سپاس نامہ پیش کیا۔[۳۸] اپریل ۱۸۹۲ میں اس نے نئے گورنر فِٹز پیٹرک کے تقرر پر ایک ایڈریس پیش کیا، جس میں مسلمانوں کی ترقی و بہبود کے لیے سابقہ گورنروں کی کوششوں بالخصوص جیوبلی وظائف کی تعریف کرتے ہوئے اسی فراخ دلانہ پالیسی کو برقرار رکھنے کی درخواست کی گئی۔ انجمن نے سرکاری ملازمتوں میں مناسب نمائندگی کے بارے میں سرکلر کے بے اثر ہونے کی بھی شکایت کی۔ اس کے بیان کے مطابق اگرچہ بعض محکموں میں اس کا کچھ اثر ہوا تھا لیکن عملی طور پر وہ منسوخ تصور کیا جاتا تھا۔[۳۹] گورنر نے جواب میں مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوتے ہر ممکن انصاف کا یقین دلایا۔[۴۰] انجمن مسلم عہدے داروں کے تقرر و ترقی پر بھی خوشی کا اظہار اور حکومت کا شکریہ ادا کرتی رہی۔[۴۱] اس کا مقصد مسلم افسروں کی حوصلہ افزائی اور قومی اتحاد کو فروغ دینا تھا۔

انجمن مسلمانوں کے دیگر مسائل پر بھی غور کرتی اور وقتاً فوقتاً حکومت کی توجہ مبذول کرواتی رہی۔

۳۷ـ The Tribune 27 April 1887

۳۸ـ اخبارِ عام (لاہور) ۵ جولائی ۱۸۸۸

۳۹ـ پنجاب (امرت سر) ۵ مئی ۱۸۹۲ — پیسہ اخبار (لاہور) ۲۵ اپریل ۱۸۹۲

۴۰ـ پیسہ اخبار ۲۵ اپریل ۱۸۹۲

۴۱ـ چودھویں صدی ۱۵ جولائی ۱۸۹۵

۱۸۸۸ء میں اس نے حکومت پنجاب سے صوبے میں اسلامی اوقاف کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے مناسب اور فوری کارروائی کرنے کی درخواست کی۔[۴۲] اس نے عیسائی مشنریوں کی اسلام دشمن کارروائیوں کے تدارک کے لیے بھی بھرپور کوششیں کیں۔ ۱۸۸۱ء میں ایک مشنری کے تحریر کردہ توہین آمیز رسالے پر سخت احتجاج کیا گیا۔ اسی طرح ۱۸۹۲ء میں پادری ولیمس کے رسالے "محمدؐ کی تواریخ کا اجمال" کی اشاعت پر بھی سخت احتجاج کیا گیا، جس کے نتیجے میں پادری کو معافی مانگنی پڑی اور رسالے کی ترسیل و اشاعت معطل کر دی گئی۔[۴۳] ۱۸۹۸ء میں انجمن نے ایک اور دل آزار رسالے "امہات المومنین" کے خلاف گورنر کو میموریل بھیجا۔[۴۴] ۱۸۹۱ء میں ایک میموریل میں صوبے سے گندم کی برآمد پر تشویش کا اظہار کیا گیا اور پنجاب کونسل کے قیام کی ضرورت پر زور دیا گیا۔[۴۵] ۱۸۹۹ء میں اس نے مجوزہ پنجاب کورٹ بل پر شدید تنقید کرتے ہوئے حکومت کو میموریل بھیجنے کا فیصلہ کیا۔[۴۶]

انجمن نے صوبے کے مسلمانوں کی ترقی و بہبود کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ اسی وجہ سے وہ ان کی ایک اہم اور مقتدر جماعت کی حیثیت اختیار کر گئی۔ انجمن کی کارروائی مختلف اوقات میں تنقید کا نشانہ بھی بنتی رہی۔ کئی مسلمان اس کی سست روی[۴۷] اور مولوی برکت علی خان کی بالادستی اور اجارہ داری کے خلاف تھے۔ ۱۸۹۰ء میں اس کے محرر کی طرف سے غبن کی وجہ سے اسے مزید مخالفت و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔[۴۸] انجمن چند قومی مصلحین کی ایک رضا کارانہ جماعت تھی۔ اس کے مالی وسائل محدود اور ان کا انحصار قوم کے چندوں پر تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے مسلمانوں کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور ان میں بیداری کی ایک زبردست لہر پیدا کر دی۔

---

۴۲ رفیق ہند ۹ مارچ ۱۸۸۹

۴۳ پیسہ اخبار یکم، ۲۲ اگست ۱۸۹۲

۴۴ چودھویں صدی ۸ ستمبر ۱۸۹۸

۴۵ The Tribune 25 July 1891

۴۶ The Tribune 19 August 1899

۴۷ رفیق ہند ۲ دسمبر ۱۸۸۴، چودھویں صدی یکم اپریل ۱۸۹۵۔ ۲ جولائی ۱۸۹۶

۴۸ اخبار عام ۲۳ ستمبر ۱۸۹۰ The Tribune 12 July 1890